Research Journal Ulum-e-Islamia
Journal Home Page: https://journals.iub.edu.pk/index.php/Ulum-e-Islamia/
E-Mail:muloomi@iub.edu.pk ISSN: 2073-5146(Print) ISSN: 2710-5393(Online)
Vol.No: 32, Issue:01. (Jan-Jun 2025) Date of Publication: 30-06-2025
Published by: Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur

بیع بالتقسیط(Installment-Based Trade)کی رائج صورتوں اور مسائل کا شرعی جائزہ

گل نواز
مدرس الٰہیات، کوہستان خیبر پختونخوا
ڈاکٹر محمد کاشف شیخ
ایسوسی ایٹ پروفیسر، اسلامک اسٹڈیز، رفاہ انٹرنیشنل یونی ورسٹی اسلام آباد
قیصر جران
پی ایچ ڈی اسکالر اسلامک اسٹڈیز انٹرنیشنل اسلامی یونی ورسٹی ملائشیا

Abstract:
Installment-based trade has been a part of commercial transactions since ancient times, serving the needs of both individuals and traders. It is widely practiced not only in general markets but also in the banking sector. In the modern era, certain non-compliant (Shariah-violating) elements have become associated with installment transactions, but awareness of these issues among traders and the general public is minimal. Despite its extensive usage, the lack of understanding regarding its religious and ethical implications has given rise to various problems. Considering the significance of this financial practice, the present research paper examines the contemporary forms of installment-based trade (Bay' al-Taqsit) from the perspective of Islamic teachings. The study evaluates modern applications, such as the purchase of vehicles, real estate, and electronics on installments, in light of the principles of Islamic Shariah. It also explores the opinions of both classical and contemporary scholars, highlighting aspects of Shariah compliance. Additionally, the research analyzes the role of banking institutions in installment-based transactions, comparing the approaches of Islamic and conventional banks. Towards the conclusion, the paper presents recommendations on how to align installment-based trade with Islamic principles more effectively, ensuring its sustainable use for economic growth.

Keywords: Installment-Based Trade, Bay' al-Taqsit, Islamic Banking, Current Trend

تعارف:

اسلام دین فطرت اور ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو محیط ہے۔ معاشی استحکام اور معاشی جدوجہد انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ہے۔ اسلام نے اس کے متعلق بھی ہر پہلو سے ہماری مکمل رہنمائی فرمائی ہے شریعتِ اسلامیہ نے کاروبار کو جائز و مباح اور حرام و ممنوع جیسے احکام میں تقسیم کر کے ہر فرد کو معاشی استحصال سے محفوظ کیا ہے۔ اگر لین دین میں بھی معیشت کے اسلامی اصولوں کو اپنالیا جائے، تو ہر قسم کے فساد اور نقصان سے بچا جا سکتا ہے۔ قسطوں پر خرید و فروخت کوئی نیا طریقہ کاروبار نہیں بلکہ یہ قرون اولیٰ سے جاری تجارتی معاملہ ہے جس کے حوالے سے عمومی اصول اور احکام قرآن و سنت میں بیان کئے گئے ہیں۔
دوسری جنگ عظیم کے بعد جب کاروباری معاملات میں بہت زیادہ ترقی ہونا شروع ہوئی تو قسطوں پر خرید و فروخت کا رواج افراد و

اقوام کے لین دین میں بڑے پیمانے پر شروع ہوا۔ بڑے بڑے تجارتی مراکز اور ادارے اپنے سپلائرز سے آسان اقساط میں سامان خریدتے اور پھر اپنے صارفین / گاہکوں کو قسطوں میں بیچتے، عصر حاضر میں اس کا رجحان بہت بڑھ گیا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انسانوں کی کثیر تعداد تنخواہ دار طبقے یا غریب دیہاڑی دار طبقے سے تعلق رکھتی ہے، ایسے لوگ ضروریات زندگی کی بڑھتی ہوئی قیمت یک مشت ادا نہیں کر سکتے، لہٰذا وہ قسطوں کی صورت میں خریداری ہی کو اپنے مسائل کا بہترین حل سمجھتے ہیں۔ اسی طرح اس کے پھیلاؤ کے اسباب میں ایک بینکوں کے معاملات میں اس کا شامل ہونا بھی، جہاں بینک نقد خرید تا ہے اور اسے مؤخر قیمت پر (قسطوں میں) اپنے صارفین کو فروخت کرتا ہے۔

جب معاشرے کی کثیر تعداد قسطوں کے کاروبار (بیع تقسیط) سے منسلک ہوئی، تو آئے روز اس کی نت نئی صورتیں سامنے آنے لگیں۔ اس لئے ضروری تھا کہ اس کی تمام معاصر صورتوں کا شرعی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ لیا جائے اور جواز و عدم جواز کے پہلو کو عوام الناس کے سامنے لایا جائے تاکہ وہ اپنے کاروباری اداروں اور تجارتی مراکز کو شرعی تعلیمات کے سانچے میں ڈھال سکیں اور حرام وسودی نظام سے مکمل طور پر چھٹکارا حاصل کر سکیں۔

بیع بالتقسیط (قسطوں کے کاروبار) کی نوعیت

قسطوں کا کاروبار، جسے اسلامی فقہ میں "بیع بالتقسیط" کہا جاتا ہے، اسلامی مالیاتی معاملات میں ایک اہم موضوع ہے۔ اس کاروباری طریقے میں خریدار ایک متعین قیمت پر کسی چیز کو خرید تا ہے اور اسے قسطوں میں ادا کرتا ہے۔ بیع بالتقسیط کی نوعیت مختلف عوامل پر منحصر ہوتی ہے جن میں ادائیگی کی مدت، قیمت کا تعین، اور معاہدے کی شرائط شامل ہیں۔ سب سے پہلے قسطوں کا کاروبار اسلامی مالیات کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ ایک ایسا معاہدہ ہے جس میں خریدار اور فروخت کنندہ دونوں کو شرعی اصولوں کے تحت عمل کرنا ہوتا ہے۔ بیع بالتقسیط میں ایک بنیادی شرط یہ ہوتی ہے کہ معاہدے کے آغاز میں ہی فروخت کی جانے والی چیز کی قیمت، ادائیگی کی مدت اور اقساط کی تعداد واضح ہو۔ اس سے غیر یقینی (غرر) اور سود (ربا) جیسے شرعی ممنوعات سے بچا جا سکتا ہے۔ قسطوں کا کاروبار (بيع بالتقسيط) ایک ایسا مالیاتی معاہدہ ہے جو موجودہ دور میں بہت مقبول ہے۔ قسطوں پر بیچنے کا بنیادی تصور یہ ہے کہ خریدار کو فوری طور پر سامان فراہم کیا جاتا ہے، لیکن قیمت کو مقررہ اقساط میں مؤجل وقتوں پر ادا کیا جاتا ہے۔ اس معاہدے کی نوعیت اور شرعی حیثیت مختلف فقہاء اور قانونی ماہرین کی آراء کے مطابق متعین کی گئی ہے، جو اسلامی مالیاتی اصولوں کے مطابق ہوتی ہے۔

تقسیط کا مطلب ہے کسی چیز، قرض یا قیمت وغیرہ کو قسطوں پر تقسیم کر دینا اور بیع بالتقسیط کا مطلب ہے ایسی خرید و فروخت جس میں مکمل قیمت کی ادائیگی فی الفور نہیں کی جاتی اور نہ ہی مکمل قیمت کی وصولی کا کوئی ایک متعین دن طے کیا جاتا ہے بلکہ قیمت کو قسطوں کی شکل میں مختلف اوقات میں ادا کیا جاتا ہے۔

الفقہ الاسلامی وادلتہ میں قسطوں کے کاروبار کی تعریف یوں کی گئی ہے[1]:

"بيع التقسيط هو بيع بثمن مؤجل على دفعات، حيث يتم تسليم المبيع للمشتري على أن يُسدد الثمن على فترات زمنية محددة۔"[2]

"تقسیط کی بیع وہ ہے جس میں قیمت مقررہ وقت پر قسطوں میں ادا کی جاتی ہے، جہاں خریدار کو سامان فراہم کیا جاتا ہے اور وہ قیمت کو مقررہ وقفوں میں ادا کرتا ہے۔"

موسوعہ الفقہیہ الکویتیہ میں درجہ ذیل الفاظ میں تعریف کی ہے:

"بيع التقسيط هو بيع يتفق فيه الطرفان على تقسيم الثمن إلى أقساط يدفعها المشتري على فترات محددة بعد تسلم المبيع"[3]

"تقسیط کی بیع وہ ہے جس میں دونوں فریق قیمت کو قسطوں میں تقسیم کرنے پر متفق ہوتے ہیں جو کہ خریدار مقررہ وقفوں میں ادا کرتا ہے بعد ازاں اسے سامان فراہم کر دیا جاتا ہے۔"

بیع بالتقسیط کی نوعیت کو سمجھنے کے لیے اس کی عملی صورتوں کو جانچنا ضروری ہے۔ یہ کاروبار مختلف اشیاء جیسے گاڑیوں، گھروں، الیکٹرانک مصنوعات اور دیگر قیمتی سامان کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ بیع بالتقسیط کی نوعیت کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ یہ معاہدہ شرعی حدود کے اندر ہوتا ہے۔ اسلامی بینکنگ اور مالیاتی ادارے اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ ان کے قسطوں کے معاہدات شرعی اصولوں کے مطابق ہوں۔

ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ بیع بالتقسیط میں قیمت کی تبدیلی کی اجازت نہیں ہوتی یعنی معاہدے کے دوران قیمت میں کوئی اضافہ یا کمی نہیں ہو سکتی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فروخت کنندہ اور خریدار دونوں کو قیمت اور ادائیگی کی مدت کے بارے میں مکمل آگاہی حاصل ہونی چاہیے۔ اس اصول سے معاہدے کی شفافیت اور انصاف پسندی کو یقینی بنایا جاتا ہے۔ بیع بالتقسیط کی نوعیت میں ایک اور اہم عنصر یہ ہے کہ فروخت کی جانے والی چیز کا قبضہ خریدار کے حوالے کرنے سے پہلے مکمل ہونا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فروخت کنندہ کو چیز کی مکمل ملکیت اور قبضہ ہونا چاہیے تاکہ وہ اسے خریدار کو فروخت کر سکے۔ اس سے معاہدے کی صحت اور اسلامی قوانین کی پیروی کو یقینی بنایا جاتا ہے۔ خریدار اور فروخت کنندہ دونوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ادائیگی کی آخری تاریخ کیا ہے اور اس کے بعد ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں کیا شرائط لاگو ہوں گی۔ اس سے معاہدے کی قانونی حیثیت اور شرعی حدود کی پاسداری کو یقینی بنایا جاتا ہے۔[4]

آخری نکتہ یہ ہے کہ بیع بالتقسیط کی نوعیت میں فروخت کنندہ اور خریدار دونوں کی ذمہ داریوں کی وضاحت ضروری ہوتی ہے۔ معاہدے میں دونوں فریقین کی حقوق و فرائض کا تعین کیا جاتا ہے تاکہ کسی بھی فریق کو نقصان نہ ہو اور معاہدہ انصاف پر مبنی ہو۔ اس سے اسلامی مالیات کے اصولوں کی پیروی کرتے ہوئے معاہدے کی شفافیت اور منصفانہ عمل کو یقینی بنایا جاتا ہے۔

یوں بیع بالتقسیط کی نوعیت کو اسلامی مالیات کے دائرے میں ایک منظم اور منصفانہ معاہدے کے طور پر دیکھا جاتا ہے جو کہ شرعی اصولوں کے مطابق ہوتا ہے۔ اس میں قیمت کی شفافیت، ادائیگی کی مدت اور معاہدے کی شرائط کو اسلامی قوانین کے مطابق بنایا جاتا ہے تاکہ یہ معاہدہ دونوں فریقین کے لیے فائدہ مند اور شرعی حدود کے مطابق ہو۔

موجودہ دور میں قسطوں کا کاروبار:

قسطوں کے کاروبار کا تصور، جہاں صارفین اشیا یا خدمات کے لیے پیشگی کے بجائے ایک مدت کے لیے ادائیگی کر سکتے ہیں، جدید دور میں تیزی سے مقبول ہوا ہے۔ اس کاروباری ماڈل نے لوگوں کی خریداری کے طریقے میں انقلاب برپا کر دیا ہے، جس سے صارفین اعلیٰ قیمتی اشیاء اور خدمات کو برداشت کر سکتے ہیں جو بصورت دیگر دسترس سے باہر ہو جائیں گی۔ ٹیکنالوجی اور جدید مالیاتی مصنوعات کی آمد کے ساتھ، قسطوں کی ادائیگی کے منصوبے لچکدار اور سہولت فراہم کرتے ہوئے صارفین کے مالیات کا ایک لازمی حصہ بن گئے ہیں۔ قسطوں کے کاروبار کی جڑیں 19ویں صدی میں صنعتی انقلاب کے عروج کے ساتھ تلاش کی جا سکتی ہیں جہاں کمپنیوں نے وسیع تر سامعین کے لیے مصنوعات کو مزید قابل رسائی بنانے کے لیے ادائیگی کے منصوبے پیش کرنا شروع کر دیے۔ تاہم یہ 20ویں صدی

تک نہیں تھا کہ کریڈٹ کارڈز اور صارفین کے کریڈٹ سسٹمز کی آمد کے ساتھ ہی قسطوں کے منصوبے صحیح معنوں میں شروع ہوئے۔ وقت گزرنے کے ساتھ قسطوں کے منصوبے تیار ہوئے اور آج وہ خوردہ، رئیل اسٹیٹ، تعلیم اور یہاں تک کہ صحت کی دیکھ بھال سمیت مختلف شعبوں میں پیش کیے جاتے ہیں۔

اس دور میں مختلف معاملات زندگی میں قسطوں کا لین دین کیا جارہاہے۔ ان میں بینک یا کسی بھی مالیاتی ادارے سے مکان، دکان، کوئی اور جائیداد، گاڑی یا عام استعمال کی متعدد اشیاء کی خریداری کے علاوہ کاربار میں استعمال ہونے والی مشینری یا الیکٹرانک کا سامان وغیرہ کی خرید وفروخت شامل ہے۔ قسطوں پر کاروباری یا زراعتی مقاصد کے لئے قرضے نیز تعلیم یا شادی بیاہ کے اخراجات کے لئے بھی قسطوں پر رقم مہیا کیا جاتی ہے۔

قسطوں کے کاروبار کے بارے میں اہل علم کی آراء

شریعت اسلام نے سود کو حرام اور تجارت کو جائز قرار دیاہے۔ ربا کی حرمت اور بیع وشراء کی حلت کی صراحت قرآن وسنت میں موجود ہے۔ خرید وفروخت کی مختلف صورتیں ابتداء اسلام سے اب تک رائج ہیں عصر حاضر میں تجارت جدید کی نت نئ صورتیں سامنے آتی رہتی ہیں انہیں میں سے،، بیع بالتقسیط،، بھی ہے یعنی قسطوں کی بنیاد پر خرید فروخت کا معاملہ بھی ہے، ایک آدمی ایک چیز کی ضرورت محسوس کرتا ہے اور اس کو خریدنا چاہتا ہے مگر اس کی قیمت اس شخص کی قوت خرید سے زیادہ ہوتی جس کی وجہ سے وہ اپنی ضرورت کی چیز خرید نہیں پاتا آج کل تاجروں نے اس کے لئے یہ حل نکالا ہے کہ خریدار چند قسطوں میں قیمت کو ادا کرکے اپنی ضرورت کی تکمیل کرلے زیر نظر مضمون میں مروجہ قسطوار خرید وفروخت کے حکم اوراس کے متعلق فقہاء کرام کی آراء کا تجزیاتی جائزہ لیا گیاہے۔

جواز پر اجماع

بیع بالتقسیط کی اگر یہ تعریف کی جائے کہ مجلس عقد ہی میں فروخت کرنے والا مبیع (سامان وغیرہ) خریدار کے حوالہ کردے اور خریدار اس کی قیمت مجلس عقد میں ادا نہ کرے بلکہ قسط وار ایک متعین مدت پر ادا کرے۔ تو مذکورہ صورت کے جواز پر تقریباً تمام فقہاء کرام کا اتفاق ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے اس صورت کے جواز پر مسلمانوں کے تعامل سے اجماع کا دعویٰ کیاہے۔ [5]

نقد اور ادھار قیمتوں میں فرق رکھنا

قسطوں کے کاروبار میں بنیادی سوال یہ ہے کہ جس سامان کو ادھار فروخت کیا جائے اس کی قیمت نقد فروختگی کے مقابلہ میں کچھ زیادہ کردی جائے تو کیا شرعا یہ جائز ہے؟ نقد فروخت کے مقابلہ میں اھار فروخت پر زیادہ قیمت لینے کے جواز میں کوئی نص صریح موجود نہیں ہے۔ فقہاء کرام کی آراء اس میں مختلف ہیں۔ جمہور فقہاء کرام اس کے جواز کے قائل ہیں، لیکن بعض علماء اس کو ناجائز کہتے ہیں۔ [6] علامہ کاسانی [7] فرماتے ہیں: "کسی شئ کی ادھار قیمت بمقابلہ نقد قیمت کے زیادہ رکھنا درست ہے۔" [8] یہی جمہور احناف کا مسلک ہے۔ شوافعؒ کے نیز دیک بھی یہ جائز ہے۔ [9] امام مالکؒ بھی اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ [10] حنابلہؒ کے نزدیک بھی جائز و درست ہے۔ [11]

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: "جس سامان کو ادھار فروخت کیا جائے اس کی قیمت نقد فروختگی کے مقابلہ میں کچھ زیادہ کردی جائے تو ایسا کرنا جائز ہے بشر طیکہ نقد اور ادھار فروختگی دونوں میں سے کسی ایک کی تعین عند العقد ہی ہو جائے۔ لیکن اگر دونوں میں سے کسی ایک کی تعین عند العقد نہیں ہوتی بلکہ یہ معاملہ تعیین عقد کے بعد تک کے لئے ملتوی رکھا جاتا ہے تو اس صورت میں بیع درست نہ

ہو گی۔"[12]

امام ترمذیؒ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ اہل علم نے بیعتین فی بیعۃ کی تفسیر یہ کی ہے کہ مثلاً کوئی کہے کہ: میں تم کو یہ کپڑا دس روپے میں نقد بیچ رہا ہوں اور بیس روپے میں ادھار اور عند العقد کسی ایک کی تعیین کے بغیر ایک دوسرے سے مفارقت اختیار کر لیتے ہیں تو اس صورت میں بیع درست نہ ہو گی لیکن اگر کسی ایک کی تعیین مفارقت سے پہلے ہو جائے تو اس صورت میں بیع درست ہو گی۔[13] اور یہی بات کتب فقہ میں بھی مرقوم ہے۔[14] خلاصہ یہ کہ نقد فروختگی میں قیمت کی کمی اور ادھار فروختگی کی صورت میں قیمت میں اضافہ کے ساتھ بیع بالکل درست اور جائز ہے اور یہ فقہاء اربعہ کا متفق علیہ مسئلہ ہے۔[15]

ادھار قیمت کی ادائیگی یکمشت ضروری ہے؟

ادھار قیمت کی ادائیگی یکمشت شرعاً ضروری نہیں ہے بلکہ اس کی گنجائش ہے کہ ادھار قیمت کو قسطوں میں ادا کیا جائے۔ لیکن اگر مشتری کسی قسط کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گا تو بقیہ دین فوری واجب الادا ہو جائے گا۔[16] ہاں قسطوں پر ادائیگی کی صورت میں اتنا ضروری ہو گا کہ ادائیگی کی تاریخ اور رقم دونوں کا تعین ہو تا کہ ان دونوں کی جہالت تسلیم ثمن سے مانع نہ ہو جو کہ عقد بیع سے ہی واجب ہو جاتی ہے۔[17]

مبیع کی قیمت معلوم مدت میں ادا نہ کرنے پر اضافہ کی شرط لگانا

بیع کی یہ صورت شرعاً سود ہے جس کی ہر گز گنجائش نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں مدت کو مستقل حیثیت دے کر اس کا عوض لیا جا رہا ہے جو شرعاً حرام ہے۔[18] اور اسی کو امام مالکؒ نے بھی بیان کیا ہے:

قال مالك: والأمر المكروه، الذي لا اختلاف فيه عندنا- أن يكون للرجل على الرجل الدين، إلى أجل- فيضع عنه الطالب، ويعجله المطلوب-قال مالك: وذلك عندنا بمنزلة الذي يؤخر دينه بعد محله، عن غريمه- ويزيده الغريم في حقه- قال: فهذا الربا بعينه- لا شك فيه،،-[19]

"امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ معاملہ مکروہ ہے جس میں ہمارے ہاں کوئی اختلاف نہیں ہے یہ کہ ایک آدمی کا دوسرے کے ذمہ ایک مقررہ وقت تک قرض ہو پس قرض طلب کرنے والا اس قرضہ میں کچھ کمی کر دے تا کہ مطلوب کی ادائیگی جلدی ہو۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ یہ ایسا ہے کہ جیسا کہ ایک آدمی قرض دار سے وقت مقررہ آنے کے بعد قرض مؤخر کر دے اور قرض دار اس کے حق میں اضافہ کر دے تو یہی بعینہ سود ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

قرض تجارت میں وقت معین پر ثمن ادا نہ کرنے کے سبب مزید رقم واجب کرنا ظلم اور سود ہے چنانچہ علماء کرام فرماتے ہیں:

"شرعاً اس طرح معاملہ کرنا جائز نہیں ہے، اور یہ مزید رقم جرمانہ اور مالی تاوان تو ہے ہی اس کے علاوہ سود کی تعریف بھی اس پر صادق آ رہی ہے۔"[20]

نیز اس طرح جرمانہ عائد کرنا ظلم ہے کیونکہ خریدار کے قیمت ادا نہ کرنے کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو وہ تنگدست ہے جس کے سبب سامان کی قیمت یکمشت یا قسط وار نہیں ادا کر پا رہا ہے یا وہ تنگدست تو نہیں ہے لیکن خواہ مخواہ ٹال مٹول سے کام لے رہا ہے اب اگر وہ تنگدست ہے تو قرآن کریم کی تصریح کے مطابق بائع کی طرف سے ادائے ثمن میں مہلت دیا جانا واجب ہے

"وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ"[21]

اگر ایسی صورت میں بائع اس پر ثمن نہ ادا کرنے کی وجہ سے مزید رقم لازم کریگا تو یہ سراسر ظلم ہو گا نیز اس اضافے کے سود ہونے

میں بھی کوئی شک نہیں ہے نیز ادائے دین میں مہلت دے کر اس کے عوض لینے کو فقہاء کرام نے حرام قرار دیا ہے۔[22] اور اگر خریدار ادائے ثمن میں تاخیر لاپرواہی اور ٹال مٹول کی وجہ سے کرتا ہے تو یقیناً خریدار کے اس عمل سے بائع کو ضرر عظیم لاحق ہوگا تاہم لوگوں میں دینی واخلاقی اقدار کی کمی کی وجہ سے ٹال مٹول کی بیماری عام ہوگئی ہے جو یقیناً ظلم ہے آپ ﷺ کا ارشاد ہے: «مطل الغني ظلم»[23] اور اس صورت میں ٹال مٹول کرنے والا سزا پانے اور بے آبرو ہونے کے لائق ہو جاتا ہے اور ایسے شخص کا شرعاً بائیکاٹ بھی کیا جاسکتا ہے آپ ﷺ کا ارشاد ہے: «لي الواجد يحل عرضه وعقوبته»[24]"

"مالدار کا ٹال مٹول کرنا اس کی آبرو کو حلال کر دیتا ہے اور اس کو سزا دینا بھی جائز کر دیتا ہے"

لیکن دور حاضر میں معاشرہ کا نظام درہم برہم ہو جانے کے سبب کسی شخص کو سزا دینا یا اس کا بائیکاٹ کرنا آسان نہیں ہے اگر اس پر ثمن کے علاوہ مزید کچھ رقم کی ادائیگی یوں ہی متعین کر کے یا فیصد کے حساب سے بطور جرمانہ لازم کر دی جائے تو اس پر عمل تو ممکن ہے لیکن شرعاً ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ اس پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے جن احادیث سے جواز معلوم ہوتا ہے اس سب کو حضرات محدثین وفقہاء کرامؒ نے منسوخ قرار دیا ہے۔[25]

معین وقت پر ثمن ادا نہ کرنے والوں پر مالی جرمانہ عائد کرنے کی جائز صورت

مذکورہ بالا تحقیق سے تو یہ معلوم ہوا کہ ادائے ثمن میں تاخیر کرنے والوں پر مالی معاوضہ لازم کرنے کی تجویز بھی شرعاً درست نہیں ہے البتہ اس کی جائز صورت یہ تجویز کی جاسکتی ہے کہ معاہدہ بیع کے وقت بائع مشتری سے اس بات کا عہد لے لے کہ اگر خریدار نے ثمن کی ادائیگی میں تاخیر و کوتاہی کی تو اس پر لازم ہوگا کہ وہ ثمن کے تناسب سے ایک معین رقم خیراتی کاموں میں بطور تبرع خرچ کرے گا اور یہ رقم پہلے وہ بائع کو ادا کرے گا اور پھر بائع خریدار کی طرف سے نیابتاً اس رقم کو خیراتی کاموں میں لگادے گا ظاہر ہے کہ اس صورت میں مذکورہ رقم نہ بائع کی ملک ہوگی اور نہ ہی اس کی آمدنی اور منافع کا حصہ ہوگی بلکہ خیراتی کاموں میں صرف کرنے کے لئے بطور امانت اس کے پاس وہ رقم محفوظ رہے گی۔

مذکورہ تجویز خریدار کے لئے اُدھار ثمن وقت پر ادا کرنے کے سلسلہ میں بہترین دباؤ ہے اور توقع ہے کہ یہ تجویز ٹال مٹول کے سد باب کے لئے مالی معاوضہ والی تجویز کے مقابلہ میں زیادہ مؤثر ہوگی نیز بطور تبرع رقم کو لازم کرنے میں شرعاً تمام فقہاء کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے **اگرچہ** رقم اُدھار ثمن کے متناسب حصے کے برابر فیصد کے حساب متعین ہو یا یونہی ایک رقم متعین کرلی جائے تاکہ خریدار وقت پر اُدھار ثمن ادا کرنے کا پابند ہو جائے۔[26]

مذکورہ تفصیل فقہاء مالکیہ کے قول کے مطابق ہے فقہاء احناف فرماتے ہیں کہ عام طور سے وعدہ قضاءً لازم نہیں ہوگا البتہ بعض وعدے لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے قضاءً لازم ہو جاتے ہیں۔[27] لہٰذا اُدھار بیع میں ثمن کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنے کو روکنے کی غرض سے اور لوگوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے مذکورہ تجویز لازم قرار دینے کی گنجائش ہے۔

قرض کے معاملہ میں طے شدہ رقم کو مقررہ وقت سے پہلے اس کے ایک حصہ کی معافی کی شرط پر وصول کرنا:

اس سلسلہ میں فقہاء کرامؒ کی دو رائیں ہیں:

پہلی رائے یہ ہے کہ معاملہ کی یہ صورت جائز ہے اس لئے کہ بائع اپنے دین کا کچھ حصہ چھوڑ دیتا ہے اور کچھ حصہ وصول کرلیتا ہے جس کا اسے حق ہے جیسا کہ نقدلین دین میں اسے کچھ حصہ چھوڑ دینے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ صحابہ کرام میں سے سیدنا عبداللہ بن عباسؓ فقہاء تابعین میں سے ابراہیم نخعیؒ ائمہ احناف میں سے امام زفر اور شوافع میں سے ابوثورؒ اس معاملہ کے جواز کے قائل ہیں۔[28]

دوسری رائے یہ ہے کہ معاملہ کی یہ صورت ناجائز ہے۔کیونکہ جس طرح دین مؤجل میں تاخیر کی صورت میں دائن کے لئے اجل (مدت) کے عوض اصل دین سے زائد رقم لیناحرام اور سود میں داخل ہے اسی طرح وقت مقررہ سے پہلے تعجیل کی صورت میں اجل کے عوض مدیون کے لئے اپنے ذمہ واجب الاداء دین کا کچھ حصہ لیناجائز نہیں ہو گا۔ صحابہ کرام میں سے سیدناابن عمرؓ،زید بن ثابتؓ اور تابعین میں سے محمد بن سیرینؒ، حسن بصریؒ، ابن المسیبؒ، اور امام شعبیؒ عدم جواز کے قائل ہیں، اور یہی ائمہ اربعہ کا بھی مذہب ہے۔[29]

ابن قدامہؒ لکھتے ہیں:

"اگر ایک شخص کا دوسرے کے ذمہ دین مؤجل ہو اب وہ شخص اپنے غریم سے مطالبہ کرے کہ مجھ سے دین کا کچھ حصہ ساقط کردو بقیہ دین میں فوراادا کردوں گا تو یہ صورت جائز نہیں ہے۔سیدنازید بن ثابتؓ ابن عمرؓ، مقدادؓ، ابن المسیبؒ، سالمؒ، حسن بصریؒ، حمادؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام ثورؒ، امام ہیثمؒ، امام اسحاقؒ، امام ابوحنیفہؒ نے اس معاملہ کوناپسندیدہ قرار دیا ہے سیدنامقدادؓ نے ایسے دو شخصوں کو جنہوں نے اس طرح معاملہ کیا تھا خطاب کرتے ہوئے فرمایا: تم دونوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کا اعلان کیا ہے۔"[30]

سیدناابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اس معاملہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔امام نخعی اور ابو ثور سے یہی منقول ہے۔اس لئے کہ اس صورت میں قرض خواہ اپنے حق کا کچھ حصہ وصول کررہاہے اور کچھ حصہ معاف کررہاہے،لہٰذا یہ صورت جائز ہے۔جیسا کہ دین نقد میں یہ صورت درست ہوتی ہے۔ہمارے نزدیک چونکہ مذکورہ صورت میں مدت کی بیع ہورہی ہے، اس لئے جائز نہیں ہے جیسے کہ اگر قرض خواہ دین میں اضافہ کرتے ہوئے مقروض سے کہے کہ تم میرا سودرہم کا قرض فوراادا کردو میں تمہیں دس درہم دوں گا۔ظاہر ہے کہ یہ صورت جائز نہیں ہے۔[31]

علامہ برہان الدین مرغینانیؒ لکھتے ہیں: ولو كانت له ألف مؤجلة فصالحه على خمسمائة حالة لم يجز"[32] (اگر کسی شخص کا دوسرے کے ذمہ ایک ہزار مقررہ وقت تک کا قرض ہو اور وہ قرض خواہ سے نقد پانچ سو پر مصالحت کرے تو جائز نہیں ہو گا۔)

امام محمدؒ اس مسئلہ کے متعلق فرماتے ہیں:

وبهذا نأخذ- من وجب له دين على إنسان إلى أجل،فسأل أن يضع عنه، ويعجل له ما بقي لم ينبغ ذلك لأنه يعجل قليلا بكثير دينا، فكأنه يبيع قليلا نقدا بكثير دينا- وهو قول عمر بن الخطاب وزيد بن ثابت وعبد الله بن عمر ، وهو قول أبي حنيفة " [33]

اس مسئلہ میں ہمارا مذہب عدم جواز کا ہے اور ہم اس سے استدلال کرتے ہیں کہ اگر ایک شخص کا دوسرے شخص کے ذمہ کسی مدت پر دین واجب ہو اور وہ اس سے کہے کہ وہ اس سے دین کا کچھ حصہ ساقط کردے گا بشرطیکہ وہ بقیہ دین فوراادا کرے تو یہ صورت جائز نہیں ہو گی اس لئے کہ اس صورت میں وہ دین کثیر کے عوض میں دین قلیل کو فوری طلب کررہاہے گویا کہ وہ قلیل نقد کو کثیر قرض کے عوض فروخت کررہاہے یہی سیدناعمرؓ، زید بن ثابتؓ، ابن عمرؓ کا قول ہے اور امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی قول ہے۔

دیون حالہ اور دیون مؤجلہ میں فرق اس لحاظ سے بالکل واضح ہے کہ دین حال میں مدت کی شرط نہیں ہوتی بلکہ اس میں مدت کا ذکر ہی نہیں ہوتا اسی طرح دین کو مؤخر کرنے میں مدیون کا حق نہیں ہوتا لہٰذا اس میں یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ دین کا معاف کردہ حصہ مدت کے عوض میں معاف ہوا۔

علماء حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک دیون حالیہ میں فقہ کی مشہور اصطلاح "ضع وتعجل" جائز ہے اس مسئلہ میں ان کے ساتھ دیگر فقہاء بھی متفق ہیں کیونکہ دوسرے علماء جنہوں نے "ضع وتعجل" کو حرام کہا انہوں نے اس کے ساتھ دیون مؤجلہ کی بھی قید لگائی اور یہ بات بدیہی طور پر ثابت ہیکہ کتب فقہہ میں مفہوم مخالف حجت ہے لہذا اس سے یہ ثابت ہوا کہ دیون حالہ میں "ضع وتعجل" کی صورت جائز ہے جیسے مکاتب غلام اپنے آقا کو بدل کتابت میں کچھ جلدی ادا کردے اس کے بدلے میں آقا بدلہ کتابت میں سے کچھ حصہ معاف کردے تو اس میں کوئی حرج نہیں اسی طرح ھدایہ میں ہے: "ومن له على آخر الف درهم، فقال اد الى غدا منها خمس مائة على انک بریءٌ من الفضل فهو بریءٌ "

ایک شخص کا دوسرے کے ذمے ھزار درہم ہو پس وہ مدیون سے کہے کہ مجھے کل اس میں سے پانچ سو دراھم ادا کردو بقیہ دراھم سے آپ بری ہو تو اس صورت میں مدیون پانچ سو درھم سے بری ہو جائے گا علماء مالکیہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ دین مؤجل اگر جلدی ادا کرے تو اس دین کا کچھ حصہ چھوڑنا تب جائز ہو گا جب یہ چھوڑنا تعجیل کے لئے شرط نہ ہو بلکہ تبرعا کچھ دین کو ساقط کریں۔ ضع وتعجل کے جواز پر جتنے آثار اور روایات ملی ہیں انہیں اس پر محمول کیا جاتا ہے۔ فقہی اصطلاح میں اسے "ضع وتعجل" کہتے ہیں یعنی کم کر اور فوری ادا کر یہ مطالبہ اصولی طور پر بائع کی طرف سے ہوتا ہے لیکن مشتری کی طرف سے ہونے میں بھی کوئی حرج نہیں البتہ جواز و عدم جواز کا اختلاف صحابہ اکرام کے دور سے ہی چلا آرہا ہے۔ دارالعلوم کراچی اور بنوری ٹاؤن کے فتاوجات کا خلاصہ یہ ہیکہ ضع وتعجل ابتداء عقد میں مشروط ہو تو یہ ربا کے زمرے میں آتا ہے یہ جائز نہیں البتہ ابتداء شرط نہ ہو بعد میں متعاقدین میں سے کسی ایک کی طرف سے مطالبہ ہو تو اس میں شرعا گنجائش ہے۔

قیمت وصول کرنے کے لئے رہن رکھنا

کتاب وسنت نے سود کا دروازہ بند کر دیا ہے اور قرض پر بھی کسی طرح کا نفع اٹھانا حرام قرار دیا ہے آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

" كل قرض جر منفعة فهو وجه من وجوه الربا "[34]

اور سود کے بارے میں حقیقت سود تو کجا شبہ سود بھی نا قابل برداشت ہے اس لئے رہن کے سامان سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں بعض فقہاء احناف نے مالک کی اجازت سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دی ہے۔[35] لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیوں کہ سود کا حاصل کرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا بہر حال ناجائز ہے گو رضامندی اور خوشی سے حاصل کیا جائے۔[36] اگر بائع کے قبضہ میں رہتے ہوئے مال مرہون ضائع ہو جائے تو بائع اس کا ضامن قرار دیا جائے گا یعنی اگر مال مرہون کی قیمت دین کے برابر ہے تو گویا بائع دین کا وصول کرنے والا شمار کیا جائے گا اور اگر مال مرہون کی قیمت دین کے مقابلہ میں زیادہ ہے تو دین کے برابر منہا کر کے بقیہ قیمت کا بائع ضامن ہو گا اور زائد رقم مشتری کے حوالہ کرنا ہو گی اور اگر مال مرہون کی قیمت دین کے مقابلہ میں کم ہے تو دین میں سے اتنی مقدار مشتری سے ساقط ہو گی لیکن بقیہ رقم بائع مشتری سے وصول کریگا۔[37]

وقت پر ادا نہ کرنے یا ٹال مٹول کی صورت میں مرتہن راہن کے خلاف دارالقضاء (عدالت) میں دعویٰ پیش کرے گا جج راہن کو ادائیگی کے لئے حکم دے گا پھر بھی ادا نہ کرے تو راہن کو ایک مدت کے لئے قید کر دیا جائے گا اور اگر اس کے بعد بھی ادائیگی نہ کرے تو قاضی مال مرہون کو فروخت کر کے مرتہن کے دین کی ادائیگی کرے گا اگر فروخت شدہ مال مرہون کی قیمت دین سے زائد ہو گی تو زائد رقم راہن کو واپس کر دی جائے گی اور اگر کم ہو گی تو قاضی اس کو اس وقت تک قید میں رکھے گا جب تک کہ وہ مکمل ادائیگی کا انتظام نہ کروادے۔[38]

قیمت کی ادائیگی میں تاخیر کی بنا پر زیادتی کا مطالبہ

ایک چیز کی خرید و فروخت نقد معاملہ کے طور پر دس روپے طے ہوئی اور ساتھ ہی یہ طے پایا کہ یہ دس روپے ایک ماہ کے اندر ادا نہ کئے گئے تو مزید دو روپے ادا کرنے ہوں گے اور اس طرح ہر ماہ کی تاخیر پر دو روپے کا اضافہ ادا کرنا ہوگا یہ صورت جائز نہیں اسی طرح یہ صورت بھی درست نہیں کہ مجلس عقد میں ادھار قیمت اور مدت طے ہوئی خواہ قسطوں میں ہو یا یکمشت اور اس کے ساتھ یہ بھی طے پایا کہ وقت مقرر پر یکمشت قیمت یا جملہ قسطیں یا کوئی قسط ادا نہ کرنے کی صورت میں مزید کچھ رقم ادا کرنی ہوگی خواہ اس کی مقدار طے کر دی جائے یا فیصد کا حساب رکھا جائے۔

یہ دونوں صورتیں ربا کے دائرے میں آتی ہیں اس لئے کہ تاخیر پر فیصد کے حساب سے یا متعین طور پر جو رقم لی جارہی ہے اس کے عوض میں وقت کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور وقت کے عوض جو رقم آتی ہے وہ سود ہے اسی بناء پر فقہاء نے یہ مسئلہ بھی تحریر کیا ہے کہ اگر کسی نے نقد معاملہ کیا تھا پھر بعد میں اس نے رقم کی مقدار بڑھا کر اس کو ادھار بنا دیا تو یہ جائز نہیں ہے یہ ربا کہلائے گا اس لئے کہ نقد معاملہ طے ہو جانے کے بعد بیع کی ایک قیمت متعین ہو چکی تھی اس کے بعد جو رقم اضافہ کی گئی ہے وہ اس کی قیمت سے زائد رقم ہے اس لئے یہ سود قرار پائے گی۔ یہاں کی صورت حال بھی اس سے مختلف نہیں ہے یہاں بھی صحیح کی قیمت سے الگ تاخیر کی بنا پر جو رقم کی جارہی ہے وہ وقت ہی کے مقابل ہے اس لئے یہ درست نہ ہوگا۔

"مقابلة الاجل بالدراهم رباء الا ترى ان في الدين الحال لوزاده في المال ليؤجل لم يجز"[39]

"اجل کا مقابلہ دراہم سے ربا ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ ادھار حالی کی صورت میں مال میں زیادتی کی جائے تا کہ وہ تاخیر سے ادا کر دے تو یہ ربا ہے۔"

کفایت المفتی میں بھی اس سے ملتی جلتی ایک صورت مذکور ہے جس کے عدم جواز کا فتویٰ حضرت مفتی صاحب نے دیا ہے مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"اور یہ احتمالی صورتیں کہ اگر مہینہ کے اندر ہو تو دو درہم اور مہینہ کے بعد مگر پنتالیس دن کے اندر ہو تو تین درہم لوں گا تو یہ جائز نہیں بائع اور مشتری دونوں کو لازم ہے کہ قیمت اور ادائے قیمت کا زمانہ متعین کر دیں۔"[40]

2.3.4. مالی جرمانے کا مسئلہ

رہی "مالی جرمانہ" والی بات تو مالی جرمانہ مالکیہ کے نزدیک تو جائز ہے مگر جمہور فقہاء کے نزدیک جائز نہیں جمہور کہتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں اس کی اجازت تھی جو بعد میں منسوخ ہو گئی۔

"وفيه جواز العقوبة بالمال بحسب الظاهر، واستدل به قوم من القائلين بذلك من المالكية، وعزى ذلك ايضا الى مالك واجاب الجمهور بانه كان ذلك في اول الاسلام ثم نسخ"[41]

"اس میں عقوبت المال کا ظاہر کے اعتبار سے جواز ہے جس پر مالکیہ میں قائلین جواز نے جواز کے لیے استدلال کیا ہے اور اس کو امام مالک کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔ جمہور نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ اسلام کے ابتداء میں تھا پھر منسوخ ہو گیا۔"

شامی نے بھی یہی بات لکھی ہے:"وفي شرح الآثار التعزير بالمال كان فى ابتداء الاسلام ثم نسخ، والحاصل المذهب عدم التعزيرباخذ المال"[42]

"شرح الآثار میں تعزیر بالمال کے متعلق ہے کہ یہ حکم اسلام کے ابتداء میں تھا پھر منسوخ ہو گیا۔ حاصل مذہب تعزیر بالمال

کے عدم جواز کا ہے۔"

ادھار قیمت کی وصولیابی کو یقینی بنانے کے لئے بائع کی طرف سے یہ شرط لگانا درست ہے کہ خریدار کوئی مال بطور ضمانت بائع کے پاس رہن رکھے البتہ مال مرہون کا معلوم ہونا ضروری ہے اس میں چاروں ائمہ میں سے کسی کا اختلاف نہیں ہے۔[43]

قسطوں کی ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں مہلت کو ختم کرنا

بیع بالتقسیط کے ذیل میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر خریدار نے طے شدہ قسطوں میں سے کسی قسط کی ادائیگی میں تاخیر کر دی تو کیا ایسی صورت میں بائع کے لئے مہلت کے معاملہ کو ختم کرنا اور فوری طور پر بقیہ تمام اقساط کی ادائیگی کا مطالبہ شرعا کیا حکم رکھتا ہے واضح رہے کہ ،،بیع بالتقسیط،،کے بعض ایگریمنٹ میں اس امر کی صراحت کر دی جاتی ہے کہ اگر خریدار مقررہ وقت پر کوئی قسط ادا نہ کر سکا تو اس صورت میں آئندہ کی باقی اقساط کو بھی فورا ادا کرنا ضروری ہو گا اور بائع کے لئے فی الحال تمام اقساط کا مطالبہ کرنا جائز ہو گا۔اس میں سوال یہ ہے کہ کیا بیع بالتقسیط میں اس طرح کی شرط لگانا درست ہے؟ بائع کے لئے بیع بالتقسیط میں اس طرح شرط لگانا درست ہے اور خریدار کی طرف سے طے شدہ اقساط میں کسی قسط کی عدم ادائیگی یا اس میں تاخیر کی صورت میں بائع کو یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ پہلے سے حاصل شدہ مہلت کو ختم کر دے۔

علامہ ابن نجیم نقل کرتے ہیں:"ولو قال كلما دخل نجم، ولم يؤد فالمال حال صح، والمال يصير حالا" [44]

اور اگر کہا جائے کہ جب بھی کوئی ستارہ داخل ہو اور مال ادا نہ کیا جائے پس تمام مال حالا ادا کرنا ہو گا تو یہ شرط صحیح ہے اور مال حال میں تبدیل ہو جائے گا۔

کیا فریقین میں سے کسی ایک کی موت کی صورت میں اقساط کا معاملہ اپنی جگہ باقی رہے گا؟

بیع بالتقسیط کے مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ اقساط کی ادائیگی کی مقررہ وقت سے قبل ہی اگر فریقین میں سے کسی ایک فریق کا انتقال ہو جائے تو کیا یہ معاملہ اب بھی اسی تفصیل اور مہلت کے ساتھ باقی رہے گا جو طے شدہ تھا یا معاملے کی نوعیت میں فرق آجائے گا۔

الف: دائن کا انتقال ہو جائے: دائن کے انتقال کی صورت میں معاملہ میں کوئی فرق نہیں پڑے گا اور دائن نے بوقت معاملہ قیمت کی ادائیگی کے لئے جو مہلت دی تھی وہ بدستور سابق باقی رہے گی۔دائن کے ورثاء اپنے مورث کے قائم مقام قرار پائیں گے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:"ويبطل الأجل بموت المديون لا الدائن" [45]

ب: مدیون کی موت ہو جائے اس سلسلہ میں فقہاء کرامؒ کے حسب ذیل اقوال ہیں:

1: مدیون کی موت کی صورت میں دین مؤجل فوری واجب الادا ہو جاتا ہے،حنفیہ،شافعیہ،اور جمہور فقہاء مالکیہ کا یہی مسلک ہے،امام شعبی،امام نخعی،سوار،امام مالک،ثور،شافعی،اور امام ابو حنیفہؒ کا یہی قول ہے۔امام احمد بن حنبلؒ کا بھی ایک قول یہی ہے۔مگر حنابلہ کا قول مختار یہ ہے کہ اگر مدیون کے ورثاء اس دین کی توثیق و تصدیق کر دیں تو ایسی صورت میں مدیون کی موت سے دین کی ادائیگی فوری واجب نہیں ہو گی،بلکہ حسب سابق دین مؤجل ہی رہے گا۔

دوسری رائے یہ ہے کہ مدیون کی موت کی صورت میں دین کی ادائیگی فوری طور پر واجب الادا نہیں ہو گی بلکہ دین مؤجل ہی رہے گا اگرچہ مدیون کے ورثاء دین کی توثیق کر دین،امام ابن سیرین،عبداللہ بن الحسن،اسحاق،ابوعبید،طاؤس،ابو بکر بن محمد،امام زہری،اور سعید بن ابراہیم کا یہی مسلک ہے۔[46]

مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ نے حنابلہ کی رائے کو ترجیح دی ہے، یعنی مدیون کے ورثاء کی تصدیق وتوثیق کی صورت میں دین مؤجل ہی رہے گا۔ یہی رائے مناسب اور اشبہ بالفقہ معلوم ہوتی ہے۔[47]

کریڈٹ لیٹر کا حکم

ایک مالی دستاویز ہے جو بینک یا مالی ادارہ کسی خریدار کی طرف سے بیچنے والے کو یا سپلائر کو جاری کرتا ہے اسکا مقصد خریدار اور بیچنے والے کے درمیان اعتماد کو بڑھانا ہوتا ہے اس میں بینک یا مالی ادارہ ثالث کا کردار ادا کرتا ہے جو اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ ادائیگی اس صورت میں کی جائے گی کہ فروخت کنندہ نے تمام مطلوبہ شرائط پورا کرلیا ہو یہ دستاویز بین الاقوامی تجارت میں خاص طور پر استعمال ہوتی ہے تاکہ خریدار اور بیچنے والے دونوں کو تحفظ فراہم کیا جاسکے۔

خریدار کی طرف سے گارنٹی لینا شرعاً جائز ہوتا ہے اس لئے کہ یہ کفالت کی ایک صورت ہے کفالہ کا حکم بیان کرتے ہوئے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر ضمانت یا دوسرے الفاظ میں کفالت اصیل کے حکم سے ہے تو کفیل بعد میں اپنا روپیہ یا سامان اصیل سے واپس لے سکتا ہے۔ لیکن اگر کفالت یعنی ضمانت اصیل کے حکم کے بغیر ہے تو اس میں کفیل اصیل سے رجوع نہیں کرسکتا کہ یہ اس کی جانب سے تبرع تصور کیا جائے گا۔ آج کل کریڈٹ لیٹر اس عہد جدید کی ایک عام اور مروج چیز بن چکی ہے۔ کہ بعض ادارے یا اشخاص اس کی ضمانت اور گارنٹی لیتے ہیں ساتھ ہی اجرت ومعاوضہ کا لین دین ہوتا ہے شریعت پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت جائز ہونی چاہئے اور اداروں یا اشخاص کی جانب سے اجرت لینا سود کے دائرہ میں نہیں آتا ہے بلکہ یہ ان کی اجرت ہوگی اور یہ لینا دینا جائز ہوگا۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے لکھا ہے کہ ضمانت کمیشن پر ایجنٹ بنانا درست ہے۔[48]

نتائج

- قسطوں کا کاروبار مختلف تہذیبوں میں مختلف شکلوں میں پایا جاتا تھا، جس میں بابل، مصر، یونان، روم، اور قدیم چین شامل ہیں۔ یہ کاروبار مختلف قانونی فریم ورکس اور سماجی واقتصادی اثرات کے ساتھ ترقی پذیر ہوا۔
- جدید ٹیکنالوجی، صارفین کے بدلتے ہوئے رجحانات، اور خوردہ صنعت کے پھیلاؤ نے قسطوں کے کاروبار کو عالمی سطح پر مقبول بنادیا ہے۔ رئیل اسٹیٹ اور آٹوموٹیو سیکٹرز میں قسطوں کی بڑھتی ہوئی مانگ نے اس کے مستقبل کے امکانات کو مزید روشن کیا ہے۔
- قسطوں کے کاروبار کے مالی فوائد اور نقصانات کو سمجھنا ضروری ہے، تاکہ اس کے مجموعی اثرات کو درست طریقے سے جانچا جاسکے۔ اس میں خاص طور پر صارفین کے حقوق، اخلاقی تحفظات، اور مالی شمولیت پر اس کے اثرات شامل ہیں۔
- قسطوں پر مختلف اشیاء جیسے گاڑیاں، جائیداد، گھریلو اشیاء، موبائل فونز، اور کاروباری آلات کی خریداری کے مختلف شرعی پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے۔
- فقہاء نے قسطوں کے کاروبار کے متعلق مختلف شرعی احکام اور قواعد بیان کیے ہیں، جو کہ قسطوں کے معاملات کو اسلامی اصولوں کے مطابق انجام دینے کے لیے رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔
- قسطوں کے کاروبار کے شرعی اصولوں کی وضاحت کی گئی ہے، جن میں قیمت کی ادائیگی، رہن کی شرائط، اور مالی جرمانے کے مسائل شامل ہیں۔

سفارشات

- اسلامی معاشرے میں قسطوں کے کاروبار سے متعلق شعور بیدار کرنے کی ضرورت ہے تاکہ عوام کو شرعی اصولوں کی پابندی کے ساتھ اس کاروبار میں شرکت کی ترغیب دی جاسکے۔
- قسطوں کے کاروبار میں شامل افراد کے لیے علماء اور فقہاء سے مشاورت کی سہولت فراہم کی جائے تاکہ وہ شرعی حدود میں رہ کر کاروبار کو جاری رکھ سکیں۔
- اسلامی بینکوں اور مالیاتی اداروں کی ترقی کو فروغ دیا جائے تاکہ عوام کو قسطوں کے شرعی متبادل فراہم کیے جاسکیں۔
- قسطوں کے معاہدات کو واضح اور شفاف بنایا جائے تاکہ صارفین کو مکمل معلومات فراہم ہو اور کسی قسم کا استحصال نہ ہو۔
- قسطوں کے کاروبار میں غیر یقینی صورتحال (غرر) اور سود (ربا) سے بچنے کے لیے مناسب قوانین اور ضوابط متعارف کرائے جائیں۔
- قسطوں کے کاروبار میں صارفین کے حقوق کے تحفظ کے لیے قوانین اور ضوابط کو مضبوط بنایا جائے تاکہ انہیں غیر منصفانہ شرائط سے بچایا جاسکے۔

مصادر و مراجع:

[1] شیخ وہبہ زحیلی (1932-2015) اسلامی فقہ، اصول فقہ، اور اسلامی قانون کے ممتاز عالم اور فقیہ تھے، جنہوں نے اسلامی شریعت کی مختلف پہلوؤں پر گہرائی سے تحقیق کی۔ وہ شام کے دارالسلام میں پیدا ہوئے اور اپنی علمی زندگی کا بڑا حصہ دمشق یونیورسٹی میں گزارا، جہاں انہوں نے اسلامی فقہ اور اصول فقہ میں دراسات دی۔ شیخ زحیلی کی مشہور تصنیفات میں الفقہ الاسلامی وادلتہ شامل ہے، جو اسلامی فقہ کے مختلف مسائل پر ایک جامع اور معیاری کتاب سمجھی جاتی ہے۔ ان کی علمی خدمات اور تحریریں اسلامی قانون اور فقہ کی دنیا میں بے حد قدر کی جاتی ہیں۔ (زحیلی، وہبہ. **الفقہ الاسلامی وادلتہ** (دمشق: دار الفکر، 2002.) 5/396

[2] زحیلی، وھبۃ، **الفقہ الاسلامی وادلتہ** (بیروت: دار الفکر، 1985ء) 5/396

[3] **الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیہ** (الکویت: وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیۃ، دار السلاسل، الطبعۃ الاولی، 1427ھ) 25/228

[4] مؤفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد، **المغنی** (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1985ء) 6/172

[5] الحرانی، تقی الدین، احمد بن عبد الحلیم، ابن تیمیۃ، **مجموع الفتاویٰ** (قاھرۃ: دارالحدیث، 2006) 29/499

[6] الشوکانی، محمد بن علی بن محمد عبد اللہ، یمنی، **نیل الاوطار** (مصر: دارالحدیث، بدون تاریخ) 5/171

[7] علامہ کاسانی، جن کا نام ابو الحسن علی بن موسیٰ بن عیسیٰ ہے، ہجری صدی کی پانچویں صدی کے معروف اسلامی فقہاء میں سے ایک تھے۔ انہوں نے حنفی فقہ میں نمایاں خدمات انجام دیں اور ان کی سب سے مشہور تصنیف بدائع الصنائع ہے جو حنفی فقہ کی بنیادی کتب میں شمار ہوتی ہے۔ علامہ کاسانی نے اسلامی فقہ کی مختلف شاخوں میں گہرائی سے تحقیق کی اور ان کے فتاویٰ اور علمی کام اسلامی فقہ کی تطبیق اور تشریح میں اہمیت رکھتے ہیں۔ ان کی علمی مہارت اور گہرائی نے انہیں اسلامی فقہ میں ایک معتبر مقام عطا کیا۔ (ابن سعد، **طبقات الفقهاء** (بیروت: دارالكتب العلمية، طبع اول، 1998)، 2/123

[8] الکاسانی، علاء الدین، احمد بن مسعود، **بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع** (بیروت: دار الکتب،، طبع دوم، 1986ء) 5/224

[9] الرافعی، محمد بن عبد الکریم، **فتح العزیز علی ھامش المجموع** (بیروت: دار الفکر، بدون تاریخ) 9/21

[10] القرطبی، محمد بن احمد، ابو الولید، **بدایۃ المجتھد ونھایۃ المقتصد** (قاھرۃ: دارالحدیث القاھرہ، بدون تاریخ) 2/215

[11] ابن قدامۃ، **المغنی**، 4/132

[12] الترمذی، محمد بن عیسی، **جامع الترمذی** (بیروت: دار الغرب الاسلامی،) 1/147

[13] مصدر سابق

[14] الجزری، محمد بن عبد الرحمن، **الفقہ علی المذاھب الاربعۃ**(بیروت: دار الکتب العلمیۃ، طبع دوم 2003م)2/243

[15] القاسمی، مفتی اشتیاق احمد **جدید فقہی مباحث**(کراچی:، ادارۃ القرآن، اشاعت اول، 2009م)25/310

[16] شیخ زادہ، عبد الرحمن بن محمد، **مجمع الانھر فی شرح ملتقی الابحر**(بیروت: داراحیاء التراث، العربی)/ص9

[17] المرغینانی، علی بن ابی بکر، برھان الدین، **ھدایۃ مع شرح العینی**(بیروت: داراحیاء التراث العربی)3/16

[18] مرغینانی، **الھدایۃ**، ج3ص58

[19] مالک بن انسؒ، **الموطاء**، تحقیق الاعظمی(ابوظبیی: مؤسسۃ زاید آل النہیان، 2004ھ)حدیث نمبر/2481

[20] مرغینانی، **الھدایۃ**، باب الربا، 2/61

[21] البقرۃ2/180

[22] مرغینانی، **الھدایۃ**، 3/235

[23] البخاری، محمد بن اسماعیل، **صحیح البخاری**(بیروت: دار طوق النجاۃ، طبع اول، 1422)حدیث نمبر/2400

[24] القزوینی، الامام محمد بن یزید، ابن ماجہ، **سنن ابن ماجہ**(بیروت: داراحیاء التراث العربی، بدون طبع و تاریخ)حدیث نمبر/2427

[25] الشامی، محمد امین، **ردالمحتار**(قاھرۃ: مکتبۃ دارالحدیث، بدون تاریخ)3/196

[26] العثمانی، محمد تقی، **فقہی مقالات**(کراچی: مکتبہ دارالعلوم)1/131

[27] الحصکفی، محمد بن علی، **الدرالمختار شرح تنویر الابصار**، (بیروت، لبنان: دارالفکر، طبع دوم1992ء)4/275

[28] القاسمی، مجاہد الاسلام، **جدید فقہی مباحث**(کراچی: ادارۃ القرآن)25/128

[29] الصنعانی، عبد الرزاق، **مصنف عبدالرزاق**(بیروت: دارالفکر)8/74

[30] الدمشقی، موفق الدین، عبد اللہ بن احمد، ابن قدامۃ، **المغنی**(بیرو: دارالفکر)3/490

[31] مصدر سابق

[32] مرغینانی، **الھدایۃ**، 3/195

[33] الشیبانی، محمد بن حسن، **موطاامام محمد**(دمشق: دارالقلم)1/332

[34] البیہقی، ابو بکر، احمد بن الحسین، **السنن الکبریٰ**(بیروت: دار الکتب العلمیۃ، طبع سوم 2005ء)حدیث نمبر/10133

[35] **ردمحتار**، ج5ص310

[36] مصدر سابق

[37] شامی، **الدرالمختار مع الرد**، 5/309

[38] برھان الدین مرغینانی، **الھدایۃ**، 3/147

[39] سرخسی، **المبسوط**، 13/126

[40] مفتی کفایت اللہ، **کفایت المفتی**، 8/40

[41] عینی، **عمدۃ القاری**، 5/143

[42] شامی، **ردالمحتار**، 3/246

[43] **فتاوی عالمگیری**، 5/334-سرخسی، المبسوط، 19/13-نووی، المجموع شرح المھذب، 9/375

[44] المصری، ابن نُجیم، زین الدین ابراھیم بن محمد، **البحر الرائق**(دمشق: دارالکتاب الاسلامی، طبع دوم بدون التاریخ)6/133

[45] محمد امین شامی، **ردمحتار**، 7/53

[46] ابن قدامۃ، **المغنی**، ج4ص484

[47] مفتی تقی عثمانی، **جدید فقہی مقالات**، 25/132

[48] تھانوی، اشرف علی، **امدادالفتاوی**(کراچی: مکتبہ دارالعلوم)3/129